کہنا جو تھا اُفق کو بے لوث کہہ دیا
اب اس کے بعد آپ ہیں اور آپ کا خیال

غزل

بہ تمثالِ ذرہ اُڑا جا رہا ہوں
حجابِ ضیا میں چھپا جا رہا ہوں

نہ معلوم منزل کہاں ہے کدھر ہے
زہے شوق پھر بھی چلا جا رہا ہوں

نہ قیدِ زماں ہے نہ قیدِ مکاں ہے
ازل سے ابد تک چلا جا رہا ہوں

قسم تیری مے بار آنکھوں کی ساقی
کہ لہروں میں مے کی بہا جا رہا ہوں

سرِ رہ گذر اور یہ باد و باراں
سرِ شام ہی سے بجھا جا رہا ہوں

وہ خورشیدِ تاباں میں شبنم سراپا
نگاہِ غضب سے کھنچا جا رہا ہوں

وہ محجوب آنکھیں وہ نادم نگاہیں
وفورِ کرم سے مٹا جا رہا ہوں

نہ جانے وہ کب آ کے تسکین دینگے
چراغِ سحر ہوں بجھا جا رہا ہوں

فنا ہی سے ہوتی ہے قربت میسّر
میں اُن تک برنگِ حنا جا رہا ہوں

یہ کس گلبدن کا ہے فیضِ تصوّر
کہ میزانِ گل میں تُلا جا رہا ہوں

یہ دنیائے رنگیں یہ جلووں کا عالم
نگاہِ تحیّر بنا جا رہا ہوں

شبِ تار، ساحل بہت دور لیکن
بلا منتِ ناخُدا جا رہا ہوں

سعید اب نہیں کوئی ارمان باقی
اُمیدوں کی دُنیا لٹا جا رہا ہوں

نینی تال ۲۵ مئی ۳۹ء

سعید احمد اکبر آبادی